یہ لوگ اپنے آپکو بری سمجھتے ہیں۔ بلکہ انہیں اپنے گلّے کی بے شمار بھیڑوں کو رات دن حمیٰ میں چرتے دیکھ کر بھی اپنی غلطی پر تنبُّہ نہیں ہوتا۔ ابن تیمیہ اور انکے طرز فکر کے لوگوں پر تو زیادہ سے زیادہ صرف اتنا ہی الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کچھ تشدُّد کی روش اختیار کی، یعنی حمیٰ کے قریب جس حد تک جانے کی شرعاً اجازت مل سکتی تھی اسکو بھی ممنوع ٹھیرا دیا۔ تاہم وہ اپنی ان بندشوں سے جس مقام پر لوگوں کو ٹھیرانا چاہتے تھے وہ بہرحال تقویٰ اور توحید و عبدیت الٰہی کا ہی مقام تھا۔ لیکن انکے خلاف جن لوگوں نے اپنی بھیڑوں کو ٹھیک سرحد حمیٰ کے کنارے ہی چرانے رہنے پر اصرار کیا وہ تو ایک بڑے جرم کے مرتکب ہوئے، کیونکہ عامۂ مسلمین کو انہوں نے اُس نازک مقام پر لے جاکر چھوڑ دیا جہاں خدا پرستی اور مخلوق پرستی کے درمیان بس بال برابر ہی فاصلہ رہ جاتا ہے اور جہاں ایک ذرا سی غلط جنبش آدمی کو توحید کے کنارے سے پھسلا کر شرک کے خطرناک کھڈ میں پھینک دیتی ہے۔

تمدن اسلام کا پیام بیسویں صدی کے نام	جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی۔ ضخامت ۴۲ صفحات۔ قیمت ۲/ انجمن اسلامی تاریخ و تمدن، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ۔

یہ مولانا کا ایک مقالہ ہے جو انہوں نے انجمن کی دعوت پر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں پڑھا تھا۔ اس میں متکلم خود "تمدن اسلام" ہے اور وہ مولانا کی زبان سے بیسویں صدی کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ "میں جب زندہ و توانا تھا" تو ایسا اور ایسا تھا، اور اب بھی اس گئی گذری حالت میں میرے اندر یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ انداز بیان نرالا اور دلچسپ ہے۔ اسلامی تمدن کی بعض اہم خصوصیات کو خوب نمایاں کیا گیا ہے اور انہیں بیسویں صدی کے لوگوں کے لیے جاذب نظر بنانے کی اچھی سعی کی گئی ہے۔ ابتدا میں مولانا محمد طیب صاحب کی تقریظ ہے جس میں فاضل مقالہ نگار کو داد دی گئی ہے کہ "انہوں نے ہمارے لیے اسلامی زندگی کے پیغام کی بر وقت تجدید کی"

اللہ کا شکر ہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب کے مقابلہ میں کسی کے اندر ابتغاء فتنہ کی بیماری نہیں ہے ورنہ